مذہب اور سائنس

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔ کام (عثمانیہ)

تفصیلات طباعت

نام کتاب	مذہب اور سائنس
مؤلف	الحاج قاری محمد ارشاد علی
صفحات	۲۲
اشاعت	اپریل ۲۰۰۸
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

http://archive.org/details/@islahi_tohfa

تنبیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مذہب اور سائنس

مذہب اور سائنس دونوں وسیع الفاظ ہیں۔

مذہب کیا ہے ؟ مذہب ، زندگی کا ایک تصور اور اس پر بننے والے ایک ہمہ گیر طرز عمل (ہر چیز پر چھایا ہوا رویہ) کا نام ہے۔ جو زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اپنے کچھ مطالبات اور تقاضے رکھتا ہے۔

اور

سائنس کیا ہے؟ سائنس اُس محسوس دُنیا کے مطالعہ کا نام ہے جو ہمارے مشاہدے اور تجربہ میں آتی ہے یا آسکتی ہے۔ اس اعتبار سے دونوں نہایت وسیع موضوعات ہیں اور ان کے دائرے بہت سے پہلوؤں سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اب یہ دعویٰ کہ

"سائنس کی دریافتوں نے مذہب کو بے بنیاد ثابت کر دیا ہے" کسی حد تک درست ہے ۔ سائنس اور مذہب کا روایتی ٹکراو خاص طور پر ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی کی پیداوار ہے ۔ اسی زمانے میں جدید سائنس کا ظہور ہوا۔ سائنس دریافتوں کے سامنے آجانے کے بعد لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اب خدا کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہم آسانی کے ساتھ پوری کائنات کی اسطرح تشریح کر سکتے ہیں کہ کسی بھی مرحلے میں خدا کو ماننے کی ضرورت پیش

نہیں آئیگی۔ اسطرح خدا کا خیال ان لوگوں کی نظر میں بے ضرورت چیز بن گیا۔ اور جو بے ضرورت ہو جائے اس کا بے بنیاد ہونا لازمی بات ہے۔

سائنس کی وہ کیا دریافت تھی جس میں لوگوں کو ایسا نظر آیا کہ خدا کی ضرورت ختم ہو گئی ہے۔ وہ خاص طور پر یہ تھا کہ سائنس نے معلوم کیا کہ "کائنات کچھ خاص قوانین کے تابع ہے"

قدیم زمانے کا انسان یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کا کرنے والا خدا ہے مگر جدید ذرائع (اسباب) اور جدید طرز تحقیق (تحقیقی قوانین) کی روشنی میں دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے پیچھے ایک ایسا سبب ہے جسکو تجربہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے نیوٹن (Newton) کے مشاہدے (Observations) میں آیا کہ آسمان کے تمام ستارے اور سیارے کچھ نا قابل تغیر قوانین (Immutable laws) میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں کے تحت حرکت کرتے ہیں۔

ڈارون (Darwin :۱۸۵۹) کی تحقیق نے اُسکو بتلایا کہ انسان کسی خاص تخلیقی حکم کے تحت وجود میں نہیں آیا بلکہ ابتدائی زمانے کے کیڑے مکوڑے عام مادی قوانین (Material laws) کے تحت ترقی کر کے انسان بن گئے۔

اسی طرح مطالعہ اور تجربہ کے بعد زمین سے لیکر آسمان تک سارے واقعات ایک معلوم نظام کے تحت ظاہر ہوتے ہوئے نظر آئے جسکو قانون فطرت (law of Nature) کا نام دیا گیا (قانون قدرت) قانون فطرت کا یہ عمل اس درجہ مُؤثر (Effectiveness) تھا کہ اسکے بارے میں پیشگی خبر دی جا سکتی تھی ۔ یعنی Informed in advance۔

LAW OF NATURE یعنی مادی اور طبعیاتی قوانین کی کارفرمائیاں

اس دریافت کا مطلب یہ تھا کہ جس کائنات کو ہم سمجھتے تھے کہ وہاں خدا کی کار فرمائی ہے وہاں تو کچھ مادی اور طلبعیاتی قوانین (Material and physical laws) کام کر رہے ہیں اور ان ہی کے تابع نظام کائنات چل رہا ہے چنانچہ ان قوانین کو استعمال کیا گیا اور انکے کچھ نتائج بھی برآمد ہوئے تو انسان کا یقین اور زیادہ بڑھ گیا کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ واقعات کی توجیہ (justification) کیلئے جب خود مادی دنیا میں اسباب اور قوانین مل رہے ہیں تو پھر اسکے لئے مادی دنیا سے باہر ایک خدا کو فرض کرنیکی ضرورت نہیں رہی۔

اسکے علاوہ جب تک دوربین (Binoculars) نہیں بنی تھی اور ریاضیات (Mathematics) نے ترقی نہیں کی تھی اُسوقت تک انسان نہیں جان سکتا تھا کہ سورج کیسے نکل کر آگے بڑھتا ہے اور پھر کیسے ڈوبتا ہے۔ چنانچہ لاعلمی کی وجہ سے اس نے یہ فرض کر لیا کہ کوئی خدائی طاقت ہے جو ایسا کرتی ہے۔ مگر اب فلکیات کے مطالعہ سے ثابت ہو گیا کہ جذب اور کشش کا ایک عالمی نظام ہے جسکے تحت سورج چاند اور تمام ستارے اور سیارے حرکت کر رہے ہیں۔ سورج ساکت ہے اور زمین اپنے مدار کے اطراف اور اپنے محور کے اطراف گردش میں ہے۔ اسلئے اب خدا کو ماننے کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں جن کے تعلق سے سمجھا جاتا تھا کہ ان کے پیچھے کوئی اَن دیکھی قوت کام کر رہی ہے وہ سب جدید مطالعہ کے بعد ہماری جانی پہچانی فطری طاقتوں کے عمل اور رد عمل کا نتیجہ نظر آیا۔

گویا واقعہ کے فطری اسباب معلوم ہو جانے کے بعد وہ ضرورت آپ سے آپ ختم ہو گئی جسکے لئے پچھلے لوگوں نے ایک خدا یا مافوق الفطرت طاقت کا وجود فرض کر لیا تھا۔

قوس قزح (Rainbow) کو قدیم زمانے میں آسمان کے اوپر خدا کا نشان سمجھا جاتا تھا ۔یہ دراصل لا علمی کا نتیجہ تھا۔ لیکن جدید ترقی یافتہ دور میں معلوم ہوا کہ قوس قزح دراصل گرتی ہوئی بارش پر سورج کی شعاعوں کے انعطاف (Refraction) سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ سائنس داں ھکسلے (Huxley) نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ If events are due to natural causes, they are not due to Super natural causes.

"یعنی واقعات اگر فطری اسباب کے تحت صادر ہوتے ہیں تو وہ مافوق الفطرت (Supernatural) اسباب کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں" ظاہر ہے کہ جب واقعات کے پیچھے مافوق الفطرت (Supernatural) اسباب موجود نہ ہوں تو کسی مافوق الفطرت (Supernatural) ہستی کو ماننا یا اسکے وجود پر یقین نہیں کیا جا سکتا ۔

مخالفین مذہب کے استدلال کی کمزوری

ایک مثال :- ریل کے انجن کو اگر کوئی شخص دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ انجن کے پُرزوں کی حرکت سے پہیے (Wheels) گھوم رہے ہیں جسکی وجہ سے ٹرین حرکت میں ہے۔اِسکی یہ دریافت صحیح نہیں ہے۔ انجن سے پہلے اس کے انجینیر

(engineer) اور آسکے ڈرائیور (Driver) کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ان دونوں کے بغیر نہ تو انجن کا وجود ہے اور نہ تو حرکت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ گویا انجن یا اس کا پُرزہ آخری حقیقت نہیں ہے۔ ایک عیسائی عالم نے بہت صحیح کہا ہے کہ فطرت (یعنی قانون فطرت) کائنات کی توجیہ (justification) نہیں کرتی بلکہ وہ خود اپنے لئے ایک توجیہ کی طالب ہے۔

Nature does not explain, she is herself in need of an explanation.

مخالفین مذہب جس انکشاف (دریافت) کو فطرت کی توجیہ کا نام دیکر اسکو خدا کا بدل ٹھیراتے ہیں۔ اسکو ہم نہایت آسانی سے فطرت کا طریقہ کار کہہ سکتے ہیں۔ خدا ان قوانین کے ذریعے کائنات میں اپنا عمل کرتا ہے جسکے بعض اجزاء کو سائنس نے دریافت کیا ہے۔

نظریہ ارتقاء: (Theory of Evolution) اِسی طرح حیاتیات کے میدان میں نظریہ ارتقاء کے حوالے سے جدید مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ زندگی صرف چند مادی طاقتوں سے خود بخود حاصل ہونے والا ایک نتیجہ ہے جو خاص طور پر تین ہیں۔ .Reproduction, Variation and differential Survival

یعنی توالد و تناسل (Childbirth) کے ذریعہ مزید زندگیوں کا پیدا ہونا اور پیدا شدہ نسلوں میں بعض افراد میں کچھ فرقوں کا ظہور اور پھر ان فروق کا پشتہا پشت میں ترقی کر کے مکمل ہو جانا، اسطرح زندگی کی نشو نما (Growth) پر خدا کی کارفرمائی کے تصور کو بالکل ترک کر دیا جائے, یہ تھا مخالفین مذہب کا نظریہ۔

اس کے باوجود بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ خدائی تخلیق کا طریقہ ہے نہ کہ اندھے مادی عمل کا خود بخود نتیجہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشینی ارتقاء (Mechanical Evolution) کو نہایت آسانی کے ساتھ تخلیقی ارتقاء (Creational Evolution) ثابت کیا جاسکتا ہے۔
اسکے بعد مذہب کی مخالفت کرنے والوں کے پاس اس کی تردید کیلئے کچھ نہیں رہتا۔
اب سائنس دانوں کا یہ دعویٰ نہیں رہا کہ سائنٹیفک طریق مطالعہ ہی حقیقت کو معلوم کرنے کا واحد صحیح طریقہ ہے بلکہ اُن کا یہ کہنا ہے کہ سائنس ہم کو صداقت کا صرف جزوئی علم دیتی ہے۔

science gives us but a partial Knowledge of reality
اب اعلیٰ ترین سطح پر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی آخری صورت میں دیکھنے کی بات محض فریب ہے۔
(۱)انگریز ماہر ریاضیات اور فلسفی الفریڈ نارتھ وائٹ ہیڈ Alfred North Whitehead(۱۸۶۱-۱۹۴۷) کے نزدیک جدید معلومات یہ ثابت کرتی ہیں کہ فطرت بے روح مادہ نہیں بلکہ زندہ فطرت ہے۔ (Nature is alive)

(۲)انگریز ماہر فلکیات آرتھر ایڈنگٹن Arthur Eddington(۱۳-۱۹۴۴) کا کہنا ہے کہ کائنات کا مادہ ایک ذہنی چیز ہے۔

The stuff the world is mind stuff

(۳)ریاضیاتی طبیعیات (Mathematical Physics) کا انگریزی عالم سر جیمیز جینس Sir James Jeans (۱۸۸۴-۱۹۴۶) جدید تحقیقات کی تعبیر ان

الفاظ میں کرتا ہے یعنی کائنات مادی کائنات نہیں ہے بلکہ تصوراتی کائنات ہے

Universe is a universe of Thought.

کائنات کی آخری ماہیت ذہن ہے

The Ultimate nature of the universe is mental

گویا مشین اپنے آخری تجزیہ میں انجینیر کا ذہن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مشین سے پہلے ایک ذہن تھا جس نے مادہ سے الگ اسکے ڈزائن کو سوچا اور ارادہ کے ساتھ تیار کیا۔ ذہن کے تعین کے اختلاف (By difference of mind) سے ذہن کو آخری حقیقت ماننے والوں میں مختلف گروہ ہو سکتے ہیں, جیسے خدا کو ماننے والے خدا کو ماننے کے باوجود مختلف ٹولیوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں مگر علمی مطالعہ کا یہ نتیجہ ہے کہ کائنات کی آخری حقیقت ذہن ہے یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مذہب کی تصدیق ہے اور الحاد کی تردید (Rejection of Atheism)۔

یہ ایک عظیم تبدیلی ہے جو بیسویں صدی میں سائنس کے اندر ہوئی ہے۔

The Mysterious Universe by Sir James Jeans. "If the universe is a universe of thought then its Creation must have been an act of thought.

یعنی جب کائنات ایک تصوّراتی کائنات ہے تو اسکی تخلیق بھی ایک تصوّراتی عمل سے ہونا چاہیے۔ مادِّے کو "امواج برق" (Electric waves) سے تعبیر کرنے کا جدید نظریہ ، انسانی تخیل (Human imagination) کیلئے بالکل ناقابل ادراک (perception) ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ یہ لہریں محض امکان کی لہریں

(waves of probabilities) ہو جن کا کوئی وجود نہ ہو۔ اور اس طرح کے دوسرے وجوہ سے سر جسمیر جینس اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ کائنات کی حقیقت مادہ نہیں ہے بلکہ تصوّر ہے ۔ یہ تصور کہاں واقع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک عظیم ریاضیاتی مفکر (Mathematical thinker) کے ذہن سے ہے کیونکہ اس کا ڈھانچہ جو ہمارے ذہن میں آتا ہے اور ہمارے علم میں آتا ہے وہ مکمل طور پر ریاضیاتی ڈھانچہ ہے۔آج ایسے قوی دلائل موجود ہیں کہ طبعی سائنس کو یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ علم کا دریاایک غیر مشینی حقیقت کی طرف چلاجارہاہے۔

کائنات ایک بہت بڑے مشین کے بجائے ایک بہت بڑے خیال (Great thought) سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے ۔ یہ ذہن بلا شبہ ہمارے شخصی ذہن کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ذہن ہے جس نے مادی ATOM سے انسانی دماغ کی تخلیق کی۔اور یہ سب کچھ ایک اسکیم کی شکل میں پہلے سے اُس کے ذہن میں موجود تھا۔ چنانچہ کائنات ایک منصوبہ ساز یا حکمران کی شہادت دے رہی ہے جو ہمارے شخصی ذہن سے بہت کچھ مشابہ ہے ۔ اور یہ ریاضیاتی ذہن کے اعتبار سے ہے۔

جذبات اور عقل :- تاریخ کا طویل تجربہ ہے کہ انسان کے رہنما اسکے جذبات رہے ہیں نہ کہ اِس کی عقل ۔ اگرچہ علمی طور پر اور منطقی طور پر عقل ہی کو بلند مقام حاصل ہے مگر زیادہ تر ایسا ہی ہوا ہے کہ عقل خود جذبات سے مغلوب ہو گئ ۔ عقل نے ہمیشہ جذبات کے حق میں دلائل تراشے ہیں اور اسطرح اپنے جذباتی رویّہ کو عقلی رویہ ظاہر کیا ہے۔خواہ حقیقت واقعہ انسان کا ساتھ نہ دے مگر جذبات

سے لپٹے رہنا وہ اپنے ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ انسان اور مشین میں فرق ہے۔ ہمارا معاملہ کسی مشین جیسا نہیں ہے۔ کہ بٹن دباتے ہی چالو ہو جائے بلکہ ہمارا مخاطب انسان ہے اور انسان اسی وقت کسی بات کو مانتا ہے جبکہ وہ خود ماننا چاہے اور اگر وہ نہ چاہے تو کوئی دلیل محض دلیل ہونے سے اُسکو قائل نہیں کر سکتی۔ دلیل کو برقی بٹن کا قائم مقام نہیں بنایا جا سکتا۔ انسان کی تاریخ کا یہ بڑا المیہ ہے کہ وہ دلیل سے قائل نہیں ہوتا بلکہ اپنی چاہت ہی کو معیار قبولیت بناتا ہے۔

ضابطۂ فطرت (قانون قدرت)

خدا کی پیدا کردہ چیزوں میں انکی کارکردگی (Work performance) کا ایک پیمانہ اُس نے مقرر کر دیا ہے چنانچہ ہر چیز اسی پیمانے کے مطابق عمل کرتی ہے۔

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ (فرقان: ۲) اور بنائی ہر چیز اور ٹھیک کیا اسکو ناپ کر، یعنی ہر چیز کو ایک خاص انداز میں رکھا کہ اس سے وہی خواص (peculiar virtues) اور افعال (Functions) ظاہر ہوتے ہیں جسکے لئے وہ پیدا کیگئی ہے نہ تو وہ اپنے دائر سے باہر قدم رکھ سکتی اور نہ اپنے دائرے میں اور اپنے حدود میں عمل کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز ایسا پیدا کیا ہے کہ اسکی نظری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی کی گنجائش نہیں چھوڑی (سائنس دوں اس خصوص میں حیران ہیں)

(ا) سورج، چاند اور ستاروں کی گردش کے نہایت محکم ضابطے ہیں وہ ایک لمحے کے فرق کے بغیر ٹھیک اپنا فطری سفر جاری رکھے ہوتے ہیں۔

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ﴾ (یس: ۳۹)

اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہے منزلیں یہاں تک کہ پھر وہ ہو رہا جیسے پرانی ٹہنی۔

And for the moon we have appointed mansions till she returns like an old ShriVelled palm-leaf.

یعنی اللہ نے چاند (Satellite) کی ۲۸ منزلیں مقرر کر دی ہیں اور ان کو چاند ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔

(۲) ایک عورت کے پیٹ میں بچے کی پرورش کا آغاز ہوتا ہے اور وہ آسکے اندر دھیرے دھیرے بڑھتا ہے پھر تیار ہو کر معینہ وقت پر باہر آجاتا ہے اسطرح ہر چیز کیلئے خدا کے یہاں ایک مقدار مقرر ہے۔﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ [الرعد: ۸] اور ہر چیز کا اسکے پاس ایک اندازہ مقرر ہے۔

And every thing with Him is measured

اس ضابطہ بندی کی وجہ سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ ہر چیز کا سفر اسطرح جاری رہے کہ دوسرے سے ٹکرائے بغیر وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ چنانچہ [یس: ۴۰] ﴿لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔

It is not for the Sun to overtake the Moon nor does the night out stip the day

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ اور سب اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں)

They float each in an orbit

یہ قوانین قدرت صرف ان چیزوں کے متعلق ہی نہیں ہیں جہاں خدا کے براہ راست حکم کے تحت کوئی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے بلکہ ٹھیک یہی اصول اُن انسانی معاملات میں بھی ہے جہاں انسان کی ذہنی کوششوں سے واقعات ظہور میں آتے ہیں جیسے طلاق کا معاملہ ہے تو اس کی عدت سے مکمل کرے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل اسکی عدت ہوگی ہر حال ایک ناخوش گوار واقعہ ایک فطری ترتیب کے تحت انجام کو پہنچتا ہے۔

خدا کی اس دنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو انہیں مقررہ نظام کی کامل پابندی کرے۔﴿ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق: ۳]

قرآن اور کائنات

قرآن میں کائناتی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "اللہ ہر کام کا انتظام کر رہا ہے۔" اور وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾[الرعد: ۲]

وہ سورج اور چاند کو کام میں لگادیا ہر ایک، ایک معین میعاد تک گردش کر رہا ہے۔ وہی دنیا کے کاموں کا انتظام کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرلو

He compelled the Sunset the moon to be of service, each runs unto an appointed term. He orders the course He details the

revelation that perhaps you may be certain of the meating with your Lord

قرآن اور کائنات دونوں ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔قرآن میں جو باتیں بیان کیگئی ہیں وہ وہی ہیں جن پر خدانے کائنات کو بالفعل قائم رکھا ہے۔کائنات قرآن کی عملی تصدیق ہے اسبات کو دوسرے لفظوں میں اسطرح کہا جاسکتا ہے کہ قرآن جس ربانی حقیقت کا لفظی بیان ہے اور کائنات اسی کی عملی مظاہرہ ہے۔

اسلام، انسان کے تصور کائنات کو توحید کی بنیاد پر قائم کرتا ہے قدرت کی ہر چیز متناسب پیمانے کے تحت بنائی گئی ہے۔ جسکو (ecological Balance) کہتے ہیں﴿وَوَضَعَ الْمِيزانَ﴾[رحمان: ۷]اور اُس نے ترازو قائم کی

(And He has set the measure)

Ecology-isa branch of Biology, deals with relations of organism to one and the other and to their Surroundings.

﴿مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ﴾[الملک: ۳] کیاتورحمٰن کی تخلیق میں کچھ نقص دیکھتاہے۔ تخلیق فطرت میں بے ربطی نہ پاوں گے

You cannot see no fault in the Beneficent One's creation

میزان فطرت میں عدم توازن (Imbalance) انسان کی طرف سے ہے۔اور اس عدم توازن کا نتیجہ انسان بھگت رہاہے کہ وہ زندگی کو ماحولیات کی سنگین آلودگی (pollution) سے دوچار ہے۔ أَلا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ہی ہے۔

تسخیر کائنات ، انسان کا منصب ہے (Congest of Nature)

سُولھویں صدی سے یہ تسخیر کا عمل شروع ہوا، اس کو ہم ٹکنالوجی کی ترقی، معاشی ترقی، معیار زندگی کی بلندی، سماجی اور سیاسی قوتوں کا حصول جیسے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے انسان تکبر اور انسان پرستی سے مدہوش ہے اور خود کو انسان قادر مطلق سمجھنے لگا۔

دینِ حق کے نظریہ توحید کی حقیقی تعلیم یہی ہے کہ حیات انسانی اور نظام فطرت دونوں ایک ہی کل کے اجزاء ہیں ان کے کامل نفاذ اور قیام ہی میں مِلّت اور انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے۔

سائنس اور وحی

سائنس کی بنیاد مشاہدے (observation) اور تجربہ پر ہے اور جو چیزیں مشاہدے اور تجربہ سے آگے ہیں وہ سائنس کی پہنچ سے آگے ہیں۔ چنانچہ اِن کے بارے میں سائنس دانوں کا کوئی دعویٰ توجہ کے قابل نہیں رہتا۔ جبکہ وحی اور نبوت کا موضوع (subject) ہی وہ چیزیں ہیں جو انسانی عقل، تجربہ اور مشاہدے سے بالا تر ہیں چنانچہ ان اُمور میں وحی کی خبر قابل اعتبار ہوگی۔

سائنسی ثبوت کی نوعیت کیا ہے ؟

موجودہ سائنس کے مطابق سائنسی ثبوت یہ ہے کہ کسی چیز کے معاملے میں تَیقُّن (Certainily) کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ جدید سائنسی موقف کے مطابق کسی چیز کا علم کے اعتبار سے ثابت ہو جانا یہ ہے کہ اُس کا امکان (possibility) ثابت ہو جائے۔

جدید سائنس میں جن نظریات کو یعنی Theories کو مسلمے کے طور پر اپنی (universally accepted Truth) کے طور پر مانا جاتا ہے ان کو صرف اِس لئے مانا جاتا ہے کہ ان کا امکان ثابت ہو گیا نہ کہ مشاہداتی سطح پر اُن کے وقوع کا علم قطعی طور پر ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایٹم (Atom) کے بناوٹ (Structure) کو بطور حقیقت مان لینا اس نوعیت کی ایک مثال ہے۔ عالم آخرت کے وجود کو ماننے کیلئے بھی ہم کو اسی مسلمہ سائنٹیفک اصول کو استعمال کرنا ہو گا۔

تین علمی اصول

مفروضہ	مشاہدہ	تصدیق
(Hypothesis)	(Observation)	(Verification)

انسان کی عقل اُسکی صلاحیت اور علمی استعداد محدود ہیں لیکن اسکے مقابل کائنات (universe) لا محدود حقائق پر مبنی ہے اسلئے اسلامی فکر کا آغاز وحی کے مفروضے (تسلیم کیا ہوا) سے ہوتا ہے یعنی وحی کو مسلّمہ صداقت مان کر انسان مشاہدات کی دنیا میں سوچنا شروع کرتا ہے پھر اس مسلّمہ حقیقت کو مان لیا جاتا ہے یعنی

وحی	مشاہدہ	تصدیق

اسکے بر خلاف ، انسان دنیوی علوم (سائنسی علوم) میں کوئی چیز مسلمے کے طور پر نہیں مان لیا جاتا بلکہ مشاہدات کے ذریعے ، تحقیق اور جستجو کے بعد جو چیز ثابت ہو جاتی ہے اسکو تسلیم کرلیتا ہے یعنی مشاہدہ، پھر ذہن میں ایک مفروضہ پھر مزید مطالعہ کے بعد اس مفروضے کی تصدیق کی جاتی ہے۔ الفرض علم کے حاصل کر نیکے لئے سائنس نے جو اصول وضع کئے ہیں وہ تین مراحل پر ہیں۔

مشاہدہ------------ مفروضہ ------------ تصدیق

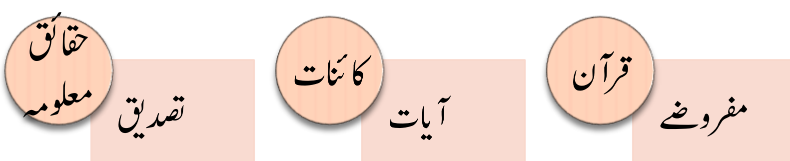
اولاً آدمی کے مشاہدات میں کچھ واقعات آتے ہیں پھر ان واقعات کی توجیہ کیلئے انسان کے ذہن میں ایک مفروضہ قائم ہوتا ہے ایک مفروضہ پر مزید مطالعہ، غور و فکر اور جستجو کی جاتی اگر یہ جستجو اس مفروضہ کی تصدیق کرتی ہے تو اس مفروضہ کو مان لیا جاتا ہے جو کہ تصدیق ہے۔

ایک مثال : زمانہ قدیم میں انسان زمین پر غور کیا تو پتہ چلا کہ زمین خشکی اور سمندر پر مشتمل ہے۔ اس مشاہدہ کی بناء پر ایک مفروضہ قائم کر لیا گیا کہ زمین پر آدھا حصّہ خشکی اور آدھا سمندر ہے چنانچہ یہی مفروضہ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر ایک عرصے تک چلتا رہا لیکن جب علمی ذرائع میں وسعت ہوئی تو سمندری سفر ہونے لگا اور پہلا مفروضہ غلط ثابت ہو گیا اور دوسرا مفروضہ قائم ہوا کہ زمین پر ۲/۳ حصہ پانی ہے اور ۱/۳ حصہ خشکی ہے یہ مفروضہ بھی ایک عرصے تک چلتا رہا اسکے بعد مزید علمی ذرائع سائنس کی ترقی کی بدولت حاصل ہوئے تو باقاعدہ خشکی اور سمندر کی پیمائش کی گئی اور طے پایا کہ زمین کی سطح پر ۷۱ فیصد پانی اور ۲۹ فیصد خشکی ہے۔

آج یہی مفروضہ مصدقہ کیفیت میں ہے۔اسطرح یہ دُنیوی علوم حاصل کرنیکے مراحل ہیں۔

اسکے برخلاف قرآن کا معاملہ کسی قدر فرق کے ساتھ ہے۔قرآن کے مفروضہ کو لیکر انسان غور و فکر اور تحقیق اور جستجو کرتا ہے ۔ مفروضے کی واقعیت ثابت ہو جانے کے بعد اسکی حقیقت کو مان لیتا ہے اسکو قرآن کی اصطلاح میں ایمان کہتے ہیں ۔اس طرح قرانی فلسفہ میں فکر کا آغاز یافت (دریافت) سے ہوتا ہے اور عام انسانی فلسفہ میں فکر کا آغاز تلاش سے شروع ہوتا ہے۔

ایک مثال : قرآن ابتداءً ایک مفروضہ علمی زبان میں پیش کرتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے اور اس کائنات کا ایک انجام ہے اسکے بعد قرآن، دنیا کے مختلف آیات انسان کے سامنے لاتا ہے۔اور انسان سے کہتا ہے کہ ان آیات پر غور کرو اور دیکھو کر یہ آیات قرآن کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔اب تک کے مشاہدات اور تجربات بتلاتے ہیں کہ کائنات کے تمام حقائق معلوم، قرآن کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔۔



ایک مثال : مکے میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ اللہ نے مجھ پر بذریعہ جبرئیل وحی بھیجی ہے تو مشرکین مکہ نے کہا کہ اسبات کو ہم اُسی وقت مانینگے جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں،اسکے جواب میں قرآن میں کہا گیا کہ تم لوگ وحی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہدو کہ وحی خدا کا حکم ہے اور تمکو صرف

تھوڑا سا علم دیا گیا ہے کہ ایک محدود علم کی روشنی میں وحی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ بالفاظ دیگر مکے کے لوگ پیغمبر کے دعویٰ رسالت پر راست دلیل مانگ رہے تھے مگر قرآن نے جواب دیا کہ تم اس معاملے کو راست دلیل سے نہیں سمجھ سکتے بلکہ بالواسط (Indirect) دلیل ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ تم اپنی محدودیت کیوجہ سے راست دلیل کا تحمل نہیں کر سکتے۔

چنانچہ بیسویں صدی کی تحقیقات نے آخری طور پر قرآن کے حق میں اپنا فیصلا دیدیا اور یہ ثابت کر دیا کہ انسان کی ذہنی محدودیت فیصلہ کن طور پر اس راہ میں رکاوٹ ہے کہ وہ کسی بھی کائناتی حقیقت پر براہ راست دلیل قائم کر سکے۔ چنانچہ یہ بات مان لی گئی ہے کہ بالواسط (Indirect) استدلال، عین معقول استدلال ہے بشرطیکہ وہ ثابت شدہ مشاہدات پر مبنی ہو اور تمام متعلقہ مشاہدات کی زیادہ بہتر توجیہ کرتا ہو۔

سائنس کے حلقے میں جتنے بھی نظریات (Conceptions) قائم کئے گئے ہیں وہ سب اس طرح بالوسط (Indirect) استدلال پر مبنی ہیں اور یہ نظریات اسوقت تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ کوئی نیا مشاہدہ، سابقہ توجیھ کو مشتبہ (Doubt) ثابت نہ کر دے۔

قرآن میں ۱۴۰۰ سال قبل کہا گیا تھا کہ انسان کو صرف علم قلیل دیا گیا ہے۔

(الإسراء: ۸۵) ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ اور تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور لوگوں کو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے

And they ask you, [O Muhammad], about the soul. Say, "The soul is of the affair of my Lord. And mankind have not been given of knowledge except a little."

موجودہ زمانے میں خالص سائنس کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انسانی ذہن کی کچھ ناگزیر محدودیتیں ہیں ان کی وجہ سے انسان کیلئے صرف محدود علم ممکن ہے چنانچہ جدید سائنس کی منطق کا یہ کہنا ہے کہ ہم اپنی موجودہ صلاحیتوں کے ساتھ صرف قرینہ (probability) تک پہنچ سکتے ہیں قرینہ سے آگے ہمارے علم کی رسائی نہیں ہے۔ جدید سائنس کا یہ موقف اسلام کی اس عقلیت کو برحق ثابت کرتا ہے جسکو ثانوی عقلیت کیا جاتا ہے۔ اسطرح سائنس کا موقف اور اسلام کا موقف ایک مقام پر پہنچ کر ایک ہو جاتے ہیں یعنی سائنس کا موقف یہ کہ ہم ایک مفروضہ قائم کر لیں اور ممکن تجربات و مشاہدات پر اسکو جانچیں اگر ہمارے تجربات اور مشاہدات اس مفروضے کی تصدیق کریں تو ہمکو گمان کرنا چاہیے کہ مفروضہ درست ہے اور یہی موقف اسلام کا ہے کہ وحی کی صورت میں ہمارے سامنے ایک مفروضہ رہتا ہے پھر مشاہدات اور تجربات کی معلوم مقعدار پر جانچ کر دیکھا جاتا ہے اور موفق نتائج اگر برآمد ہوں اور اگر ہم آہنگی پائی جاتے تو اس مفروضہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اسبات کا قرینہ ہوگا کہ وحی کی صورت میں جو مفروضہ قائم کیا گیا ہے وہ عین دوست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور سائنس کے استدلال (proof) میں کوئی فرق نہیں ہے. تمام سائنسی نظریات میں معلوم سے نامعلوم پر دلیل قائم کی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی معلوم سے نا

معلوم (یعنی شھود سے غیب) پر دلیل قائم کی گئی ہے چنانچہ قرآن کا استدلال بھی اسی طرح سائنٹیفک ہے جسطرح مادی علوم کا استدلال ہے۔

مثال جیسے نظم کے ذریعے استدلال ہے کہ اس سے خدا کے وجود کو ثابت کیا جاتا ہے یعنی دنیا میں ایک نظم ہے تو لازم ہے کہ اس کا ایک ناظم بھی ہو۔ نقش ہے تو نقاش بھی ہو۔ تصویر ہے تو مُصَوّر بھی ہو۔ صنعت ہے تو صانع ہو۔ مخلوق ہے تو خالق ہو۔

اسلام فلسفہ کے مشابہ علم نہیں ہے۔ بلکہ سائنس کے مشابہ علم ہے۔ اسلام میں جسکو عقیدہ کہتے ہیں سائنس میں اسکو مفروضہ (Hypothesis) کہتے ہیں۔ سائنس داں فطرت کے اٹل نظام کی بنیاد پر ایک بات کو بطور فطری اساس (فروضہ) مان کر شواہد خارجی کا مطالعہ اور تجزیہ کرتا ہے اسطرح ایک حقیقت تک پہنچتا ہے۔ اسلام کا ایک طالب علم وحی کو بطور نظری اساس (theory) تسلیم کر کے خارجی شواہد کا مطالعہ کرتا ہے جو اسبات کی تصدیق کرتے ہیں کہ کائنات کا نظریہ صحیح ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

نوٹ۔ بھٹکے ذہن اور بہکے قلم سے دوری چاہتے ہوئے راقم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ وہ راقم کی علمی خدمت کو قبول فرمائے۔ ناظرین بھی راقم الحروف کیلئے دعا فرمائیں :

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

" مولف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن باہتمام

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی